OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AOIU)
ISSN (Print): 1992-8556
ISSN (Online): 2664-0171
https://mei.aiou.edu.pk

قرآنی سیرت نگاری میں "معراج انسانیت" از غلام احمد پرویز کی علمی حیثیت کا تحقیقی جائزہ

Analytical Study and Status of "Me'raj-e-Insaniat" by Ghulam Ahmad Pervaiz in Quranic Biography Books

محمد حسام الدین

پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ قرآن و تفسیر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

Abstract

Ghulam Ahmad Pervaiz has been incorporated in Ahl-e-Quran of the Sub-Continent. He is also recognized as a refuter of Hadith. He is well known for his peculiar school of thought and to be great critic of doctrines and stand point of vast majority of Muslims. He has written on diverse topic and presented his own perspective. He is included in the list of multi-compilation erudite. His book on the biography of the Holy Prophet PBUH "Me'raj-e-Insaniat" is based upon the Holy Quran. In this book, the author, keeping in view the Holy Quran, tried to present the biography of Holy Prophet PBUH. By declaring the anthology of Hadith as doubtful, affirming the biographical book of the Holy Prophet PBUH as fabricated myths and designated the Quranic exegesis as unauthentic, he has asserted his own perspective. This book invites the erudite for more research.

Keywords: Ahl-e-Quran, refuter, doctrines, perspectives, erudite, anthology, fabricated myths, doubtful, unauthentic

موضوع کا تعارف اور اہمیت

قرآنی سیرت نگاری سے مراد نبی اکرم ﷺ کی سیرت پر قرآن حکیم کو بنیاد بنا کر قلم اٹھانا ہے۔ سیرت نگاری کے متعدد مآخذ ہیں۔ سیرت نگاری کا اولین اور سب سے مستند ماخذ قرآن حکیم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض سیرت نگاروں نے صرف قرآن کو پیش نظر رکھ آپ ﷺ کی سیرت پر کتب قلم بند کی ہیں۔ قرآن حکیم آپ ﷺ کی سیرت کے کئی گوشوں پر روشنی ڈالتا ہے۔ جس میں آپ ﷺ کے اسمائے مبارکہ، آپ ﷺ کا خاندان، اوصاف حمیدہ اور کمالات جلیلہ کے علاوہ آپ ﷺ کو تبلیغ کے دوران پیش آنے والے واقعات، مشکلات اور غزوات وغیرہ خصوصیت سے شامل ہیں۔ دنیا کی دو بڑی زبانوں عربی اور اردو میں قرآنی سیرت نگاری کی حامل کتب کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ اس سلسلہ میں درجن بھر عربی اور پچاس کے لگ بھگ اردو کتب سیرت نظر سے گزری ہیں۔ اس موضوع پر لکھنے والوں میں جمہور اہل اسلام کے علاوہ لوگ بھی شامل ہیں۔ غلام احمد پرویز نے قرآن مجید کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر ایک کتاب مرتب کی جو کہ "معراج انسانیت" کے عنوان سے طبع ہوئی، اس مقالہ میں غلام احمد پرویز کی کتاب "معراج انسانیت" کا تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے۔ اس علمی و تحقیقی مقالہ کی تحریر و تدوین میں نگرانِ مقالہ ڈاکٹر محمد سجاد کی رہنمائی و علمی تعاون مجھے حاصل رہا ہے۔

غلام احمد پرویز نے اپنی مخصوص فکر کے پرچار کی بدولت جمہور اہل اسلام کے افکار و نظریات کو چیلنج کیا۔ ان کی تحریریں اور تقاریر اس کا ثبوت ہیں۔ اس لئے علمائے اسلام اور سکالرز نے ان کے افکار و نظریات کو ہدف تنقید بنایا۔ ان پر کفر کے فتوے لگائے گئے اور ان کی تحریروں کے خلاف مناظرانہ رنگ میں کتب بھی تحریر کی گئیں۔ مگر ان کے جواب میں خالص علمی انداز میں کام بہت کم ہوا ہے۔ خصوصاً سیرت رسول اکرم ﷺ پر غلام احمد پرویز کی کتاب پر تحقیقی و تجزیاتی انداز میں آج تک کام نہیں کیا گیا۔

برصغیر پاک و ہند میں بیسویں صدی میں جن شخصیات نے ہلچل پیدا کی ان میں ایک بڑا نام غلام احمد پرویز کا ہے۔ سر سید احمد خان کے بعد سب سے زیادہ متنوع اور مخصوص فکر کا حامل مذہبی ادب تخلیق کرنے والوں میں غلام احمد پرویز[1] ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ جتنی بھی شخصیات نے اہل قرآن یا منکرین حدیث ہونے کے حوالہ سے شہرت پائی ان میں سب سے زیادہ شہرت پرویز نے حاصل کی۔ غلام احمد پرویز نے ان تمام لوگوں میں سب سے زیادہ موثر انداز میں اپنی فکر کو پیش کیا۔ ان کی قائم کردہ جماعت نے نسبتاً زیادہ منظّم انداز میں اپنا کام کیا۔ اسی بناپر پرویز کو سب سے زیادہ متبعین میسر آئے۔ پرویز کی فکر اور لٹریچر نے خصوصیت کے ساتھ جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں اپنا حلقہ اثر قائم کیا۔ نہ صرف ہندوستان اور پاکستان بلکہ دنیا کے کئی ممالک میں غلام احمد پرویز کے پیروکار موجود ہیں جو ان کی مخصوص فکر اور ان کے دینی و ادبی لٹریچر کو پھیلانے میں مصروف عمل ہیں۔ پرویز کی قائم کردہ تحریک طلوع اسلام کے تسلسل میں دنیا کے کئی شہروں میں "بزم طلوع اسلام" کے نام سے انجمنیں موجود ہیں۔ جن کے زیر اثر پرویز کا تحریری اور تقریری سرمایہ لوگوں تک پہنچ رہا ہے۔

غلام احمد پرویز کے تحریری سرمایہ میں، برق طور، فردوس گم گشتہ، ابلیس و آدم، بہار نو، اسلامی معاشرت، اقبال اور قرآن (فکر و پیام اقبال قرآن کی روشنی میں)، تصوف کی حقیقت، اسباب زوال امت، مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، منزل بہ منزل، مجلس اقبال، مفہوم القرآن، نظام ربوبیت، قائداعظم کے تصور کا پاکستان، شعلہ مستور، سلسبیل، قرآنی فیصلے، قرآنی قوانین، طاہرہ کے نام (خطوط کا مجموعہ)، سلیم کے نام خطوط، لغات القرآن، شاہکار رسالت عمر فاروق، کتاب التقدیر، ختم نبوت اور تحریک احمدیت، من ویزداں، جہان فردا، اسلام کیا ہے؟، حسن کردار کا تابندہ نقش، انسان نے کیا سوچا؟، جوئے نور، جہاد کا صحیح مفہوم قرآن کی روشنی میں شامل ہیں۔

''معراج انسانیت'' کے موضوعات و عنوانات

کتاب ہذا طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور کی طرف سے سب پہلے ۱۹۴۹ء میں شائع کی گئی۔ کتاب ہذا کو بیس بڑے عنوانات میں تقسیم کیا گیا ہے جنہیں ابواب کہا جا سکتا ہے۔[2] پہلا باب ''پس منظر'' کے عنوان سے ہے۔ اس میں تہذیب مصر، اشوری تہذیب، خطہ ایران، تہذیب یونان، عام اخلاقیات، رومۃ الکبریٰ، ہندوستان کی تہذیب، خود عرب کی حالت، ہنر ش نیز بگو اور خطہ عرب کا انتخاب کیوں کے ذیلی عنوانات کے تحت بحث کی گئی ہے۔ مصنف نے جہاں باقی تہذیبوں کی اخلاقی حالت پر تبصرہ کیا ہے، وہاں عرب کے خطہ میں لوگوں کی اخلاقی برائیاں بھی زیر بحث لائی ہیں۔ اس کے علاوہ مصنف نے اہل عرب کی خصوصیات پر بھی خاص طور پر روشنی ڈالی ہے۔ دوسرا باب ''بشارت'' کے عنوان سے ہے۔ اس عنوان کے تحت مصنف نے مستشرقین اور دیگر غیر مسلم مؤرخین کے اقتباسات تحریر کر کے نبی اکرم ﷺ کی دنیا میں تشریف

آوری کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد میثاق خداوندی، دعائے خلیل، تمنائے کلیم، نوید مسیحا کے عنوانات کے تحت آیات قرآنیہ تحریر کر کے نبی اکرم ﷺ کی آمد کی بشارات کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ تورات اور انجیل کی بشارتی عبارات کا ترجمہ بھی نقل کیا ہے۔ "صبح بہار" کے عنوان سے تیسرے باب میں مستشرقین کے اقتباسات فارسی اشعار، آیات قرآنیہ کے ذریعہ آمد مصطفیٰ پر بحث کی ہے اس کے علاوہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے قیدار، فہر، قصی، عبد مناف، ہاشم، عبدالمطلب، عبداللہ اور حضرت محمد ﷺ تک شجرہ نسب شامل کیا ہے، جس میں مذکورہ شخصیات کے علاوہ باقی اجداد کو نظرانداز کیا ہے۔ "طلوع آفتاب" کے عنوان سے اگلا باب قریش کا مفہوم، ولادت، آپ ﷺ کے اسماء محمد اور احمد، زمانہ قبل از اعلان نبوت، ناحق خونریزی سے اجتناب، امن و سلامتی کا پیمبر، حسن معاملہ، حضرت خدیجہؓ، دلیل صداقت کے ذیلی عنوانات پر مشتمل ہے۔ جس میں ولادت باسعادت تا نکاح نبی اکرم ﷺ کی قبل از بعثت زندگی اختصار کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ مصنف نے واقعات سیرت بیان کرنے سے اجتناب کیا ہے۔ اگلا عنوان سورۃ الضحیٰ کی آیت نمبر ے بنایا گیا ہے۔ اس میں عہد جاہلیت کی خرابیوں میں نبی اکرم ﷺ کے تلاش حقیقت، تفکّر تدبر، پہلی وحی اور بالکل ابتدائی چار لوگوں کے قبول اسلام کا ذکر کیا ہے۔ مصنف نے آیات قرآنیہ کے ساتھ مستشرقین کے اقتباسات بیان کئے گئے ہیں۔ اس سے اگلا عنوان "قم فانذر" کے کلمات سے ہے۔ اس باب میں مصنف نے نبی اکرم ﷺ کی اعلانیہ تبلیغ، مقام نبوت کی وضاحت، اہل خاندان کو دعوت اور اس کے جوابات، حارث بن ابی ہالہ کی شہادت، اور دیگر تبلیغی مساعی کو آیات قرآنیہ کے تحت اختصار سے بیان کیا ہے۔ اگلا باب "آویزش حق و باطل" کے عنوان سے ہے۔ اس حصہ میں مختلف انبیاء کے خلاف ان کی قوموں کے سرکردہ لوگوں کی کاروائیوں اور انکار کو آیات قرآنیہ کی مدد سے بیان کیا ہے۔ اس کے بعد کفار مکہ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کی مخالفت کی وجوہ، آپ ﷺ پر اعتراضات و الزامات، مخالفت و مخاصمت اور ایذا رسانیوں کا قرآنی بیان ہے۔ مصنف نے واقعات بیان نہیں کئے البتہ ولید بن مغیرہ کا قصہ سورۃ المدثر کی آیات کے ساتھ بیان کیا ہے۔ کفار مکہ کے مسلمانوں کو ظلم و جبر کا نشانہ بنائے جانے کو اختصار سے بیان کیا گیا ہے۔ ہجرت حبشہ، مقاطعہ قریش، جناب ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات، طائف کا سفر بھی اسی باب کا حصہ ہیں۔ آٹھواں باب "استقامت" کے عنوان سے ہے۔ اس باب میں مصائب کے سامنے نبی اکرم ﷺ کی استقامت، کفار مکہ کی پیش کشوں، مصالحت و مفاہمت کی کوششوں، شرح صدر، تفکر و تدبر، متعصب مؤرخین، غیر متعصب مستشرقین، مذہب پرست طبقہ پر تنقید، رسول اللہ ﷺ کا مشفقانہ اسلوب، کفار کے الزامات اور قرآنی تردید کا بیان ہے۔ اگلا عنوان "تشکیل جماعت" نبی اکرم ﷺ کی ایک پاکیزہ جماعت کی تشکیل، اطاعت، دعوتِ حق و صداقت، بیعت کے مفہوم، بیعت عقبہ وغیرہ کے مباحث پر مشتمل ہے۔ دسواں عنوان "ہجرت" ہے۔ اس میں تحریک انقلاب حق و صداقت کے مراحل، رسول کا مقصد حیات حکومتِ خداوندی کا قیام، ہجرت کا مفہوم، مہاجرین کے مدارج صحابہ کی ہجرت مدینہ، حضور ﷺ کے قتل کی سازش، امانتوں کی سپردگی اور ہجرت، کفار کا تعاقب، مدینہ آمد، جہانِ نو کی تشکیل، مؤاخات، معاہدہ یہود جیسے ذیلی مباحث شامل ہیں۔ اگلا عنوان "مرکز ملت (قبلہ)" میں قبلہ یا مرکز کے تعین اس کی ضرورت و اہمیت، حضور ﷺ کی قبلہ کے تعین کے لیے التجا، موجودہ مسلمانوں کا طرزِ عمل جیسے موضوعات زیر بحث لائے گئے ہیں۔ بارھواں عنوان "سلسلہ غزوات" ہے۔ اس میں غزوہ بدر، جنگ احد، جنگ احزاب، حدیبیہ، غزوہ

خیبر، فتح مکہ، جنگ حنین اور غزوہ تبوک کے واقعات مصنف نے اپنے مخصوص اسلوب و منہج کے تحت بیان کئے ہیں۔ یہ حصہ تقریباً ساٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں دیگر غزواتِ قرآنی بھی مختصراً اور ضمناً بیان کئے ہیں۔ ''نظام مملکت'' کے عنوان سے اگلے باب میں مصنف اسلامی نظریہ حکومت، توحید، پیغام رسالت، خدائی قوانین کا مجموعہ قرآن، رسول ﷺ کی تین حیثیتیں، اولی الامر، ملت اسلامیہ، ملت اسلامیہ کے سربراہ کے انتخاب، حضور ﷺ کے ذاتی اجتہاد، محمد رسول اللہ اور محمد ابن عبد اللہ میں فرق وغیرہ جیسے عنوانات کے تحت اپنے مخصوص عقائد و نظریات پیش کئے ہیں۔ اس حصہ میں خصوصیت کے ساتھ مصنف کی فکر کا واضح طور پر اندازہ ہوتا ہے۔ اس سے اگلا عنوان ''معاشی زندگی'' ہے۔ اس میں اسلامی مملکت کی معاشی ذمہ داریوں، نبی اکرم ﷺ کی مکی اور مدنی زندگی ذرائع معاش، ضرورت سے زائد جمع نہ ہو، حضور ﷺ کا ترکہ، زمین پر ذاتی ملکیت ممنوع، زمین کو بٹائی پر دینا یا اس کا کرایہ لینا حرام ہے کے ذیلی عنوانات کے تحت معیشت کے حوالہ سے اپنے خیالات پیش کئے ہیں۔ اگلا باب ''درون خانہ۔ عائلی اور معاشرتی زندگی'' کے عنوان سے ہے۔ اس میں مغربی نظریہ ثنویت، انسانی زندگی میں بیوی کی حیثیت، حضرت زیدؓ کے ساتھ سلوک، حضور ﷺ کے تعدد ازدواج اور اس پر اعتراضات کے جوابات۔ ازواج مطہرات کا مختصر تعارف اور کیفیت نکاح، گھریلو زندگی، حسن سلوک، اور واقعہ افک کو اپنے مخصوص انداز میں بیان کیا ہے۔ ''تکمیل کار'' کے عنوان سے اگلا باب حضور ﷺ کی تئیس سالہ زندگی کے احاطہ اور آپ ﷺ کی مساعی جلیلہ کے بیان پر مشتمل ہے۔ ''جہاں نو'' کے عنوان سے بحث فلسفہ انقلاب، بوقت بعثت دنیا کی حالت اور اس کی ہیت میں تبدیلی پر مشتمل ہے۔ مصنف نے اس باب میں تقریباً چھبیس غیر مسلم مؤرخین و مستشرقین کے اقتباسات سے آپ ﷺ کے انقلاب پر شہادتیں پیش کی ہیں۔ اگلا عنوان ''ختم نبوت'' مختصراً ختم نبوت کے صحیح مفہوم، حضور ﷺ کی طفولیت جوانی اور بعد کی زندگی پر تبصرہ پر مشتمل ہے۔ انیسواں باب ''انا بشر مثلکم'' کے قرآنی کلمہ پر مشتمل ہے۔ اس میں نبی اکرم ﷺ کے بشر ہونے، معجزات سے انکار، قرآن بحیثیت معجزہ وحی غیر متلو کے انکار جیسے مباحث شامل ہیں۔ کتاب کا آخری عنوان ''معراج انسانیت'' ہے۔ یہ باب بھی روسی مفکر او سپنسکی، برگسان، لامارٹائن کے اعتراضات، تکمیل دین، وحی کے طریقوں، کشف والہام کے رد پر مشتمل ہے۔

کتاب کے مطالعہ کے دوران مصنف کے مآخذ و مصادر کا اندازہ ہوتا ہے۔[۳] کتاب تقریباً پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں سے ابتدائی ۲۱ صفحات پر فہرست عنوانات ہے۔ اس کے بعد دوبارہ سے صفحہ ۱ سے صفحہ ۴۶۲ میں بیس جلی عنوانات قائم کئے گئے ہیں۔ ان جلی عنوانات کو ہم نے ابواب شمار کیا ہے۔ مصنف نے آیات قرآنیہ، یورپی کتب سے اقتباسات کتب سیرت سے چیدہ چیدہ واقعات، کثرت سے حضرت علامہ اقبال کے اشعار اور حسب ضرورت کسی حدیث سے اعتنا کیا ہے۔ آیات قرآنیہ کا ترجمہ اور تشریح اپنے مخصوص اصول ہائے تفسیر کے مطابق کی ہے۔

سیرت کے بیان میں قرآن مجید سے استدلال واستشہاد

واقعات سیرت کے بیان میں کتب سیرت کا مواد ہی مصنف کا ماخذ ہے۔ مصنف نے اپنے مزاج اور نظریات کے مطابق واقعات سیرت کا انتخاب کیا ہے۔ بعض مباحث بہت خوبصورت اسلوب لیے ہوئے ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ ''صبح بہار'' کے عنوان سے نبی اکرم ﷺ کی ولادتِ باسعادت کا ذکر جس پیرایہ اور ادبی اسلوب میں کیا ہے اس میں وہی

لطافت، نغمگی اور خوبصورتی ہے جو علامہ شبلی کے "ظہور قدسی" اور مولانا عبدالماجد دریابادی کی "ذکر رسول" میں ہے۔ اس کتاب کے صفحات ۶۸ تا ۷۵ میں یہی خوبصورت انداز بیان ہے۔ اس ادبی انداز کی مثال ملاحظہ ہو:

"چنانچہ جب مشیت ایزدی کی یہ تدبیرِ محکم جس کے لیے زمین و آسماں قرن ہاقرن سے یوں سر گرداں پھر رہے تھے، اپنی پختگی تک پہنچی، جب انسانیت جس کے لیے کائنات کے ایک ایک ذرے کو لاکھوں چکر دیے گئے تھے۔ گہوارۂ طفولیت سے حریم شباب میں آگئی، جب اس صحیفہ فطرت کی تکمیل کا وقت آ گیا جس کے مختلف اوراق ستاروں کی ٹھنڈی ٹھنڈی مر مریں روشنی میں کوثر و تسنیم سے دھلے ہوئے کہ وہ اپنے اندر رازہائے درونِ پردہ کے معدن لعل و گہر کو سمولے، تو آسمان کی حوریں زمین پر اتریں کہ جنت کے ترو تازہ پھولوں سے وادی بطحا کی تزئین و آرائش کریں۔ صحن گلستان کائنات پر بہار آگئی۔ ہر طرف سے مسرتوں کے چشمے ابلنے لگے، چاند مسکرایا، ستارے ہنسے، آسمان سے نور کی بارش ہوئی، فرشتوں کی معصوم نگاہوں میں ﴿اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾[۴] کی تفسیر ایک پیکر مجبوبیت کا حسین تصور بن کر چمکنے لگی۔ فلک تعظیم کے لیے جھکا، زمین نے اپنی خاک آلود پیشانی سجدہ سے اٹھائی کہ آج اس دن اس کی قرن ہاقرن کی دعاؤں کی قبولیت کا وقت آن پہنچا تھا۔ صحرائے حجاز کے ذرے جگمگا اٹھے۔ بلد امین کی گلیوں کا نصیبہ جاگا کہ آج اس آنے والے کی آمد آمد تھی"[۵]

مصنف نے جا بجا علامہ اقبال کے خوبصورت کلام سے اپنی تحریر کو سجایا ہے۔ یہ کتاب کا وہ حصہ ہے جو اپنے اسلوب میں جاذبیت لیے ہوئے ہے۔ ولادت باسعادت کا ادبی انداز میں بیان کرنے کے بعد مصنف نے عہد شیر خوارگی، رضاعت والدہ اور دادا کی وفات، چچا کی کفالت وغیرہ کے واقعات تحریر نہیں کئے۔ البتہ کفریہ اور شرکیہ امور سے اجتناب، کعبہ کی تعمیر میں حصہ، شرم وحیا، لڑائی جھگڑے سے اجتناب حسن معاملہ، امن وسلامتی، دیانتداری، امانت وصداقت جیسے اوصاف کو مختصراً تحریر کیا ہے۔ اس سلسلہ میں طبقات ابن سعد، سیرت ابن ہشام اور صحیح بخاری کی حدیث مبارکہ سے مدد لی ہے۔ اس موقع پر مصنف نے ان محاسن کو آپ ﷺ کی شخصیت کا حصہ قرار دے کر یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ نبی کی عام زندگی کسی خارجی یا مافوق الفطرت قوت کے زیر اثر نہیں ہوتی بلکہ وہ ایک عام انسان کی زندگی ہوتی ہے مگر اس میں شرافت و پاکیزگی ہوتی ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

"واضح رہے کہ نبوت ملنے سے پہلے نبی کو اس کا علم واحساس نہیں ہوتا کہ وہ اس منصب جلیلہ کے لیے منتخب کیا جا رہا ہے۔ اس لیے اس دور میں اس کی سیرت و کردار اس کے جوہر ذاتی کی نمود ہوتی ہے۔ اس میں کسی خارجی قوت کا دخل نہیں ہوتا۔ نبوت کے بعد اسے صرف وہ حقائق خدا کی طرف سے ملتے ہیں جن کے مطابق شرفِ انسانیت کی تکمیل ہوتی ہے۔۔۔ اس زندگی میں بھی اس کے تمام فیصلے (جنہیں وہ حقائق ابدی کی روشنی میں کرتا ہے) اس کے ذاتی اجتہاد کا نتیجہ ہوتے ہیں"[۶]

"پہلی وحی" کے عنوان سے رمضان المبارک اور لیلۃ القدر میں وحی نازل ہونے کا ذکر کر کے سورۃ یونس کی آیات ۵۷۔۵۸ کے تحت خوشی منانے کا ذکر کیا ہے۔ مگر پہلی وحی کہاں، کن حالات میں کس طرح نازل ہوئی اور اس میں

کون کون سی آیات نازل ہوئیں اس کا ذکر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ سورۃ العلق کی آیات کا ذکر تمام کتاب میں کہیں بھی نہیں ہے [۷]۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ کے گھر آکر حضرت خدیجہؓ سے واقعہ بیان کرنے، ورقہ بن نوفل کے پاس جانے، فرشتہ کا ذکر کرنے کو بھی مصنف نے نظر انداز کیا ہے۔ اعلان نبوت، تبلیغ دین اسلام، کفار مکہ کی مخالفتوں کا ذکر کیا ہے۔ کفار کی معاندانہ سرگرمیوں، مصالحت کی کوششوں اور ایذا رسانیوں کو بھی اختصار کے ساتھ آیات قرآنیہ کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ اس موقع پر نبی اکرم ﷺ کے ربیب حارث بن ابی ہالہ کے شہادت کا درجہ پانے کو خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے، لکھتے ہیں:

> ''اعلائے کلمۃ الحق کے سلسلہ میں یہ خون کے پہلے قطرے تھے جن سے یہ زمین رشک صد آسمان بن گئی۔ ایسے مقدس خون کے لیے حرم کی سرزمین سے زیادہ اور کون سا مقام موزوں ہو سکتا تھا۔ شجر اسلام کو اس خون کے قطرات کی آبیاری کی ضرورت تھی۔ ملت کی سرخروئی اسی خون کی رنگینی کی دست نگر تھی'' [۸]

مگر مصنف نے سیرت کے بعض بڑے بڑے واقعات مثلاً حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کو بیان نہیں کیا۔ محض اشارۃً ذکر کیا ہے۔ کفار کے مظالم کے ضمن میں حضرت عمرؓ کا بہن اور بہنوئی کو مارنے اور اثر پذیر ہونے کا ذکر کیا ہے۔ مقاطعہ قریش کا واقعہ عام سیرت نگاروں کی طرح لکھا ہے مگر دیمک کے معاہدہ کے الفاظ کو چاٹ کر ختم کر دینے کا ذکر نہیں کیا۔ اس طرح سفر طائف کو اختصار سے بیان کیا مگر یہاں بھی اللہ کی طرف سے فرشتہ کے نازل ہونے کا واقعہ اور جنوں کے قرآن کریم سننے اور ایمان لانے کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کو عام روایاتِ سیرت قبول ہیں مگر جہاں کہیں فرشتوں، جنوں، معجزات وغیرہ کا ذکر ہو وہ واقعات ان کے مزاج سے مناسبت نہیں رکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ ابو جہل کے نبی اکرم ﷺ کو بحالت نماز ایذا دینے کے ارادہ سے بڑھنے اور گھبرا کر پیچھے بھاگ جانے کا واقعہ بھی نہیں لکھا حالانکہ اس کا مذکور قرآن میں ہے۔

''استقامت'' کے عنوان سے بحث تمام کتاب میں سب سے خوبصورت باب ہے۔ اس حصہ میں مصنف نے کثرت سے آیات قرآنیہ سے استشہاد کرتے ہوئے مکی زندگی میں نبی اکرم ﷺ کو پیش آنے والی مشکلات، کفار مکہ کی سازشوں، ایذا رسانیوں، دھمکیوں اور آپ ﷺ اور دیگر مسلمانوں کو طرح طرح سے ستائے جانے کا ذکر کیا ہے۔ کفار کی طرف سے آپ ﷺ کو جھٹلانے آپ پر طرح طرح کے الزامات لگانے، آپ ﷺ کو شاعر کاہن، جادوگر، سحر زدہ وغیرہ کہنے اور آپ ﷺ کی تعلیمات کا انکار کرنے کا ذکر کر کے اس کے مقابلہ میں آپ ﷺ کے عزم صمیم اور ہر سختی اور مشکل کو صبر اور استقامت سے برداشت کرنے کا ذکر کیا ہے۔ مصنف نے اپنی بحث کو ذیلی عنوانات کے تحت بہت جامعیت سے بیان کیا ہے۔ اس بحث میں مصنف نے یورپ کے متعصب مؤرخین کا طرز عمل واضح لفظوں میں بیان کیا ہے۔ رقم طراز ہیں:

> ''یورپ کے مؤرخین جب بھی تاریخ عالم کے اس انقلابی دور پر پہنچتے ہیں تو ان کی نگاہیں کسی ''ذاتی غرض'' کے تجسّس میں چاروں طرف پھیل جاتی ہیں اور جب وہ اپنی سعی و کاوش میں کسی یقینی نتیجے پر نہیں پہنچتے (اس لیے جس مفروضہ کی بنیاد پر وہ یہ عمارت قائم کرنا چاہتے ہیں وہ بنیاد ہی غلط ہوتی ہے) تو پھر اپنے

ذہن سے اس قسم کے اعراض و مقاصد تراشتے ہیں، جن پر علم ہنسے اور عقل ماتم کرے۔ ان کا متشدد طبقہ جوان وقائع و حوادث کا تجزیہ مؤرخانہ دیانت سے نہیں بلکہ متعصبانہ دنائت سے کرتا ہے۔ اس تمام سعی و کاوش اور جدوجہد کو ہوس رانی و کامجوئی کے پست مقاصد پر محمول کرتا ہے"[9]

اس کے بعد غیر متعصب مستشرقین کی محدودیت کا ذکر کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں غیر متعصب مستشرقین اگرچہ دیانتداری کے ساتھ تجزیہ کرنا چاہتے ہیں مگر چونکہ وہ نبی اکرم ﷺ کے مقام رسالت سے آگاہی نہیں رکھتے اس لیے وہ بھی آپ ﷺ کو محض ایک قومی مصلح ہی قرار دیتے ہیں۔ ان کی نگاہ اور سوچ اس سے آگے پرواز ہی نہیں رکھتی۔ اس موقع پر مصنف نے اہل اسلام کے مذہبی لوگوں کی مساعی پر بھی تنقید کی ہے کہ یہ لوگ بھی حقیقت کو جس انداز سے پیش کرتے ہیں اس سے حقیقت جیسے کہ ہے نظر نہیں آتی اور رسول ﷺ کا صحیح مقام نگاہوں کے سامنے نہیں آپاتا۔

مصنف نے ختم نبوت کے سلسلہ میں دو فقروں میں دو ٹوک اپنے مؤقف کی وضاحت کی ہے، لکھتے ہیں:

"واضح رہے کہ چونکہ نبوت کا سلسلہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی پر ختم ہو گیا ہے، اس لیے اب اس منصب کے لیے کسی کے انتخاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب تک کہ کوئی اپنے کسب و ہنر سے تدریجاً نبوت کے مقام تک پہنچ جائے"[10]

ان دو فقرات میں جہاں ختم نبوت کے حوالہ سے مصنف کا عقیدہ واضح ہوتا ہے وہیں مرزا غلام احمد قادیانی کے تمام تر لٹریچر کا جواب دے دیا گیا ہے۔ اس مقام پر مصنف نے اللہ کے نبی کی ایک بہت بڑی نشانی یا خصوصیت بھی بیان کی ہے۔ مصنف بیان کرتے ہیں کہ دیگر اعلیٰ ترین انسانی خصوصیات کے ساتھ اللہ کے نبی کے ایک بڑی خوبی یہ ہے اس کا دل انسانیت کے درد سے لبریز ہوتا ہے اور اس کی آنکھ ہر وقت اس درد سے نمناک رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ انسانیت کو جہالت و گمراہی کے گڑھے میں گرتا دیکھتا ہے تو اس کا سکون برباد ہو جاتا ہے اور وہ ہر لمحہ اس کی نجات کے لیے بے چین رہتا ہے۔[11]

اس بحث میں مصنف نے بعض مفید وضاحتیں اور بعض تنقیدی سوالات کے مختصر مگر جامع جوابات بھی دیئے ہیں۔ نبی کے دردمند دل کا حامل ہونے کے باوجود جنگوں کی طرف مائل ہونے کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ جنگ بھی منتقمانہ قتل و غارت گری کی جنگ نہیں تھی بلکہ ایک طبیب کی مشفقانہ قطع و برید تھی جو اس علاج میں ناگزیر ہو گئی تھی"[12]

کفار مکہ کے ایمان قبول نہ کرنے ان کے دلوں کے مردہ ہو جانے اور اللہ کے اس اعلان کہ یہ کبھی دین اسلام کو قبول نہیں کریں گے۔ اس پر وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"یاد رکھیے! ان کے دل ان کے اپنے اعمال — ضد اور تعصب — کی وجہ سے مردہ ہو گئے تھے۔ یہ نہیں کہ خدا نے ان کے دلوں کو بنایا ہی ایسے تھا"[13]

اس طرح قرآن کے اس اعلان کہ شاعری رسول کے شایان شان نہیں اس کی وضاحت اور کیفیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس سے مقصود الفاظ کی وہ خاص ترتیب نہیں جس سے شعر موزوں ہو جاتا ہے بلکہ ایک خاص نفسیاتی کیفیت ہے۔۔۔ جذبات پرستی کی اس نہج زندگی کا نام قرآن نے شاعری رکھا ہے جو ایک مومن کی زندگی کے بالکل برعکس ہے۔۔۔ نفسیاتِ شاعر وہ اسلوب حیات جس کی خصوصیت پریشانی فکر و نظر، آوارگیٔ قلب و نگاہ اور فقدان عمل و کردار ہے۔۔۔ غیر قرآنی اسلوب حیات اختیار کرنے والا اپنا مفہوم نثر میں بھی ادا کرے تو غلط۔۔۔ لہٰذا قرآن نے جب ''شاعری'' کو غوایت کی راہ کہا ہے تو اس سے مفہوم وہ نفسیاتی کیفیت ہے جو انسان کو غلط روشِ زندگی پر لے جاتی ہے اور فکر و عمل کی دنیا میں کہیں کا نہیں چھوڑتی''[۱۴]

اس کے علاوہ مصنف نے تزکیۂ نفس کے حوالہ سے بھی بحث کی ہے مگر باطنی تعلیم کے حوالہ سے تصوف کا انکار کیا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کی صحیح بخاری میں موجود حدیث کا نہ صرف انکار کیا ہے بلکہ اس پر شدید الفاظ میں نقد کیا ہے۔ بیعت عقبہ کا نام ذکر کئے بغیر بیان کیا ہے۔ سیرت طیبہ کے بڑے بڑے واقعات میں سے ایک واقعہ معراج ہے جس کا ذکر ان لوگوں نے بھی کیا جو اسے جسمانی معراج مانتے ہیں اور ان لوگوں نے بھی جو جسمانی معراج کے قائل نہیں ہیں۔ مگر مصنف نے واقعہ معراج کا سرے سے ذکر ہی نہیں کیا۔ نہ ہی سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت کو کہیں زیر بحث لایا ہے۔

''ہجرت'' کے لیے الگ باب باندھا ہے۔ اس باب میں واقعات ہجرت کو بعض جگہ مفصل اور بعض چیزوں کو اختصار سے بیان کیا ہے۔ غارِ ثور کے دہانے پر مکڑی کے جالا، کبوتر کے انڈوں وغیرہ کو نظر انداز کیا ہے۔ اس طرح آپ ﷺ کا تعاقب کرنے میں کامیاب ہونے والے شخص کا نام باقی تمام سیرت نگاروں نے ''سراقہ بن جعشم'' لکھا ہے جبکہ مصنف نے اس شخصیت اور اس واقعہ کو نہیں لکھا البتہ تعاقب کرنے والے کا نام ''بریدہ اسلمی'' لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ آپ ﷺ پر جب قابو نہ پا سکا تو اپنی چادر کا جھنڈا بنا کر لہراتا ہوا آپ ﷺ کے ساتھ ہو لیا۔ ابو ایوب انصاری کے ہاں قیام کے حوالہ سے اونٹنی کے از خود انتخاب کی جگہ بیٹھ جانے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس کے علاوہ مسجد نبوی کی تعمیر اور اذان کے آغاز کی تفصیل نہیں صرف چند فقرات میں ذکر کر دیا ہے۔ اس موقع پر مصنف نے تاریخی روایات کی قبولیت کا معیار بھی بیان کیا ہے۔ اس سلسلہ میں حاشیہ میں وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

''نبی اکرم ﷺ کی سیرت مقدسہ کا آئینہ قرآن ہے۔ تاریخ کے واقعات کو اس کے تابع رکھنا ہوگا۔ اگر کوئی روایت قرآن کے خلاف جائے گی تو قرآن کو صحیح اور تاریخی روایت کو کمزور ماننا ہوگا''[۱۵]

مصنف نے ''غزوات'' کے عنوان سے ایک باب میں ان غزوات کا ذکر کیا ہے جن کے بارے میں قرآن حکیم کی آیات نازل ہوئیں۔ ان میں غزوہ بدر، احد، خندق، صلح حدیبیہ، فتح مکہ، غزوہ خیبر، جنگ حنین، غزوہ تبوک کا نسبتاً تفصیل سے جبکہ غزوہ بنو قینقاع اور بنو نضیر کو چند سطور میں بیان کیا ہے۔ غزوہ بدر کے ضمن میں مصنف نے یہ نقطہ نظر اختیار کیا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ مدینہ سے نکلے ہی لشکر کفار کا مقابلہ کرنے کے لیے تھے۔ اس وجہ سے سورۃ الانفال کی وہ آیات زیرِ

بحث نہیں لائے جن میں قافلے اور لشکر کفار اور لشکر اسلام کی پوزیشن کی تفصیل بیان ہوئی ہے[۱۶]۔ مگر نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام سے مشورہ اور صورتحال کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ مصنف نے نزول ملائکہ سے مراد مسلمانوں کے دلوں میں سکون اور اطمینان پیدا کرنا لیا ہے[۱۷]۔ کفار کا مسلمانوں کی تعداد کو اہمیت نہ دینا اس کو کم کر کے دکھانا قرار دیا ہے[۱۸]۔ ملائکہ کے نزول کو مصنف نے اپنے نقطہ نظر سے بیان کیا ہے۔ اس موقع پر سورۃ حمٓ السجدہ کی آیات ۳۰-۳۱ درج کر کے ان کا ترجمہ تحریر کیا ہے اور لکھا ہے:

"واضح رہے کہ ملائکہ کی یہ تائید "معرکہ بدر" ہی سے مخصوص نہ تھی۔ قرآن حکیم ہمیں بتاتا ہے کہ جب اور جہاں بھی یقین محکم کے ساتھ استقامت شامل ہو جائے۔ ملائکہ کی اس قسم کی تائید حاصل ہو جاتی ہے۔۔۔ اسی کو دوسری جگہ "خدا اور اس کے ملائکہ کے مومنین پر درود بھیجنے" سے تعبیر کیا گیا ہے"[۱۹]

جنگی قیدیوں کے حوالہ سے بھی مصنف نے سورۃ الانفال کی صرف آیت نمبر ۷۰ سے استدلال کیا ہے اور اپنے طرز فکر کے مطابق مفہوم لیا ہے جبکہ اس سورۃ کی آیات ۶۷ اور ۶۸ کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی مصنف نے اس موقع پر کچھ باتیں اپنے مخصوص طرز استدلال کے تحت لکھی ہیں۔ ایک یہ کہ آپ ﷺ کی صاحبزادی کے شوہر ابو العاص کے زر فدیہ کے ساتھ حضرت زینب نے اپنی والدہ حضرت خدیجہؓ کا دیا ہوا ہار جان بوجھ کر بھیجا تھا۔ مصنف نے ایک فقرہ بڑے معنی خیز انداز میں لکھا ہے۔

"حضرت زینب بھی ابھی مکہ ہی میں تھیں۔ آخر رسول کی بیٹی تھیں۔ دل کے نازک گوشوں پر نگاہ رکھتی تھیں"[۲۰]

جبکہ دیگر کسی سیرت نگار نے ہار بھیجنے کو دانستہ نہیں کہا بلکہ اس انداز سے لکھا ہے کہ ان کے پاس زر فدیہ کے لیے یہی کچھ تھا۔ مصنف کے اس فقرہ نے صورتحال ہی بدل دی ہے۔

دوسری بات مصنف نے یہ لکھی ہے کہ عید الفطر دراصل جشنِ نزول قرآن ہے جس کی خوشی منانے کا حکم دیا گیا ہے۔ جبکہ نزول قرآن کو اس وقت پندرہ سال ہو گئے تھے۔ غزوہ احد کا ذکر نسبتاً مختصر ہے اس کے علاوہ مصنف نے غزوہ حمرا الاسد کا ذکر نہیں کیا جبکہ وہ درحقیقت غزوہ احد کا ہی تمتہ ہے۔ واقعہ رجیع اور بیر معونہ کو نام لیے بغیر ذکر کیا ہے۔ غزوہ احزاب کا ذکر بھی اختصار لیے ہوئے ہے۔ مصنف نے صلح حدیبیہ کو "جنگ حدیبیہ" کا عنوان دیا ہے۔

مصنف نے سورۃ لہب کا ذکر فتح مکہ کے عنوان کے ضمن میں کیا ہے اور اس کی اپنے نقطہ نظر کے مطابق توجیہ کی ہے۔ حالانکہ جس وقت یہ سورۃ نازل ہوئی اس وقت جناب ابو طالب بنو ہاشم کے سرپرست تھے اور کعبہ کی تولیت بھی انہیں کے پاس تھی۔ مصنف نے سورۃ کے شانِ نزول سے نظریں چرائی ہیں اس کے علاوہ اس سورۃ کے ترجمہ میں بھی تاویلات کی ہیں۔[۲۱]

حضرت حاطبؓ کے خط کو لے جانے والی عورت کا ذکر نہیں کیا بلکہ اس کے لیے قاصد کا لفظ لکھا ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل بھی نہیں لکھی۔ البتہ اسلامی غزوات پر اہل یورپ کے الزامات کا رد اچھے انداز میں کیا ہے۔ اسلامی جنگوں میں مقتولین کے اعداد و شمار کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ان تمام غزوات وسرایا میں کل ۲۵۹ مسلمان شہید ہوئے اور ۷۵۹ مخالفین کل ۱۰۱۸۔اس تعداد کو ۲۷ پر پھیلایئے تو اوسط قریباً ۱/۲۔۱۲ نکلتی ہے۔ یہ ہیں قطرات خون نچوڑ ''وحشت و بربریت'' کی ان خونچکار داستانوں کا جو مخالفین اسلام، اسلامی شمشیر کی طرف منسوب کرکے دنیا کو اس دین سے خوفزدہ کرتے رہتے ہیں۔ نو سال کے عرصہ تمام لڑائیوں کے مقتولین کی تعداد ۱۰۱۸ کو دیکھیے اور دوسری طرف اس دور تمدن و تہذیب اور عصر علم و عقل کے مناقشات و تنازعات کے نتائج کو سامنے رکھیے۔ صاف نظر آجائے گا کہ وحشت و بربریت کا دور کون سا ہے۔ چھوڑیئے ان اعداد و شمار کو جو ۱۵۔۱۹۱۴ کی جنگ عظیم نے دینا کے سامنے پیش کئے یا پھر دوسری عالمگیر جنگ ۴۵۔۱۹۳۹ میں دیدۂ عبرت کے سامنے آئے۔ آج ہزاروں تک کی نوبت تو معمولی فسادات میں پہنچ جاتی ہے''[22]

مصنف کے مخصوص عقائد و نظریات کا زیادہ واضح اور صحیح عکس ''نظام مملکت'' کے عنوان سے کتاب ہذا میں شامل مضمون میں نظر آتا ہے۔ اس کے بعد کے ابواب بھی اس طرح کے مباحث پر مشتمل ہیں۔ ان نظریات کو نکات کی صورت میں ذیل کی سطور میں پیش کیا جاتا ہے۔ اہل قرآن رسول اللہ کو صرف اللہ کے احکام پہنچانے اور نافذ کرنے والا قرار دیتے ہیں۔ مصنف نے بھرپور انداز میں اس نقطہ نظر کا پرچار کیا ہے۔[23] اطاعت رسول کے حوالہ سے ان کا نظریہ یہ ہے کہ اطاعت در حقیقت اللہ کی ہے جو رسول نے خود بھی کی اور لوگوں سے بھی کرائی۔ اس سے مراد مرکز ملت ہے۔[24] مزید یہ کہ قرآن نے جن معاملات کی جزئیات بیان نہیں کیں۔ بدلتے زمانہ کے ساتھ مرکز ملت یعنی اولی الامر ان کا تعین کرے گا[25]۔ رسول کی تین مختلف حیثیات ہیں پہنچا دینا، نافذ کرنا اور تعلیم و تربیت۔

اس کے علاوہ بشریت رسول ﷺ کے تحت وہ تمام آیات اکھٹی کی گئی ہیں جن میں آپ ﷺ کے بشر ہونے کا ذکر ہے۔ مصنف نے اس حصہ میں آپ ﷺ کو بالکل ایک عام آدمی کے روپ میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ذاتی اجتہاد رسول میں ان آیات قرآنیہ سے استدلال کیا گیا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو ہدایات دیں۔ ان میں غزوہ بدر کے قیدیوں، غزوہ تبوک میں منافقین کو اجازت دے دینے اور بعض چیزوں کے کھانے سے اپنے آپ ﷺ کو روکنے کے سلسلہ میں ہدایات پر مشتمل آیات کو اکٹھا کرکے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ رسول اللہ کے ذاتی اجتہادات غلط تھے۔ اس کے علاوہ مصنف نے آپ ﷺ کے حسن اخلاق، عدل، مساوات انکساری اور مشاورت وغیرہ کے واقعات اکٹھے کرکے لکھا ہے کہ ان باتوں کو لوگوں نے آپ ﷺ کے ذاتی حیثیت سے افعال، استفسارات اور فیصلے قرار دیا اور اگر لوگوں کی مرضی ان کے خلاف تھی تو خلاف عمل کیا۔ مصنف یہ بیان کرکے لکھتا ہے کہ یہ ہے نبی کی مختلف حیثتوں میں فرق۔[26]

مصنف نے واقعہ افک کے حوالہ سے بھی تفرد کی مثال قائم کی ہے۔ واقعہ افک کا عنوان قائم کرکے سورۃ نور کی آیات ۱۱تا۲۲ کی طرف اشارہ کرکے لکھتے ہیں:

''ایک واقعہ کا ذکر ہے جس میں کہا گیا ہے کہ بعض لوگوں نے ایک پاکباز خاتون پر بے جا تہمت لگائی اور اس کا چرچا عام ہو گیا۔ ہماری کتب روایات میں ہے کہ یہ تہمت حضرت عائشہ کے خلاف لگائی گئی تھی۔

اس کے بعد ان کتابوں میں اس واقعہ کی ایسی تفاصیل بیان کی گئی ہیں جن کے تذکرہ سے انسان کے دل میں عجیب عجیب خیالات ابھرتے ہیں۔۔ قرآن کریم میں نہ تہمت لگانے والوں میں سے کسی کا نام لیا گیا ہے اور نہ ہی اس خاتون کا جس کے خلاف تہمت لگائی گئی تھی"۔[۲۷]

یہ واقعہ توام المومنین کی عفت و پاک دامنی کا قرآنی اعلان اور خدائی تصدیق ہے۔ نہ جانے مصنف کتاب کو ان روایات کے ماننے سے قرآن کی کون سی آیت روک رہی ہے۔ اس کے علاوہ قرآن میں اور بھی تو متعدد واقعات ہیں جن میں قرآن نام ذکر نہیں کرتا جس طرح غارِ ثور میں نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ذکر بھی نام لیے بغیر کیا گیا ہے جس کو خود مصنف نے بھی بیان کیا ہے۔ مصنف نے ایلا و تخییر کا واقعہ بھی نہیں لکھا حالانکہ اس کو قرآن صراحت کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ بعض اور چیزوں کا بھی مصنف نے انکار کیا ہے۔ مصنف قرآن حکیم میں نسخ کا قائل نہیں ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت ۱۰۶ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ سابقہ انبیا کو دیئے گئے احکام تھے جن میں سے بعض کو قرآن نے منسوخ کیا ورنہ قرآن کا ہر حکم قائم اور محکم ہے اس میں ایک لفظ بھی منسوخ نہیں ہے۔[۲۸]

جمہور اہل اسلام قرآنی وحی کے علاوہ نبی اکرم ﷺ کو اللہ کی طرف سے دی جانے والی دیگر ہدایات کے بھی قائل ہیں جن کے تحت قرآنی احکام و آیات کی تشریح یا آپ ﷺ کے دیگر اقدامات ہیں۔ اس وحی کو اصطلاحاً وحی غیر متلو کہا گیا ہے مگر مصنف قرآن کے علاوہ کسی طرح کی وحی کا قائل نہیں ہے۔ ان کے مطابق یہ اصطلاح نہ قرآن میں بیان ہوئی نہ ہی حدیث میں کہیں اس اصطلاح کا ذکر ہے۔[۲۹]

قرآن حکیم میں جن وانس کا ذکر کئی بار آیا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے تخلیق فرمایا ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾[۳۰]

مگر مصنف قبل از اسلام عربوں کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

> "عربوں میں حضریت (شہری زندگی) اور بدویت (صحرا نشینوں کی زندگی) دو الگ الگ مستقل حیثیت رکھتی تھیں" اس کے بعد حاشیہ میں اس کے بارے میں لکھتے ہیں "انہیں قرآن جن وانس کہہ کر پکارتا ہے"[۳۱]

مصنف کے نزدیک غالباً حضری عرب انس اور بدو، جن شمار ہوتے ہیں۔ وحی الٰہی کے نزول کے بعد نبی اکرم ﷺ کو انسانی دنیا میں انقلاب برپا کرنے کا فریضہ عائد کئے جانے کا ذکر کرتے ہوئے مصنف نے سورۃ مدثر کی ابتدائی تین آیات تحریر کی ہیں۔ ان کا ترجمہ لکھا ہے:

> "اے وہ کہ جس کے ذمہ دنیا کو سنوارنے اور جہاں نو پیدا کرنے کا فریضہ عائد کیا گیا ہے۔ اٹھ اور نوع انسان کو غلط راستے پر چلنے کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کر دے۔ اور اس حقیقت کا اعلان کر دے کہ کبریائی صرف خدا کے لیے ہے"[۳۲]

"مدثر" کا معنی "دنیا کو سنوارنے اور جہان نو پیدا کرنے والا" کئے گئے ہیں۔ یہ معنی روایات کے بیان سے پہلو بچانے کے لیے اختیار کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ "نبی" کا معنی بھی عام مفسرین اور مصنفین کے برعکس "بلند مقام پر کھڑا

ہونے والا" کیا ہے۔[۳۳] اگرچہ "نبی" کا یہ مفہوم بھی اہل لغت نے بیان کیا ہے مگر اس کا مفہوم غیب سے مطلع کرنے والا بھی کیا گیا ہے۔ مصنف نے اس مفہوم کو نظر انداز کیا ہے۔ اس کے علاوہ نبی اکرم ﷺ کے رات کے معمولات بیان کرتے ہوئے مصنف نے سورۃ المزمل کی ابتدائی آیات میں نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایات کا ذکر کیا ہے۔ اس موقع پر ﴿يَآيُّهَا الْمُزَّمِّلُ﴾[۳۴] کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے۔ "اے وہ کہ جس کے ذمہ پورے قافلے کی تیاری کا کام ہے"[۳۵] "مزمل" کے اصل مفہوم کو ترک کر کے مجازی مفہوم بیان کرنا بھی غالباً اس وجہ سے ہے کہ اہل قرآن آیات کے شان نزول کو نہیں مانتے جبکہ اصل مفہوم شانِ نزول کی طرف لے جاتا ہے۔ مصنف نے رسول اکرم ﷺ کے مشن اور اس کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے سورۃ الانعام کی آیات ۱۶۲ اور ۱۶۳ تحریر کی ہیں اس موقع پر آیت ۱۶۲ کا ترجمہ لکھا ہے:

> "میرے فرائض زندگی کی ادائیگی اور اس ادائیگی کے طور طریق حتیٰ کہ میری زندگی اور میری موت اس خدا کے متعین کردہ پروگرام کی تکمیل کے لیے ہے جس نے ربوبیت عالمین کا ذمہ اپنے اوپر لے رکھا ہے"[۳۶]

یہاں بھی "صلوٰۃ" اور "نسک" کے ظاہری مفہوم کو ترک کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ "خدا کے متعین کردہ پروگرام کی تکمیل" کے لیے قوسین کا استعمال بھی نہیں کیا جیسا کہ عام طور پر تفسیری ترجمہ میں خیال رکھا جاتا ہے۔ دیگر آیات قرآنیہ کے ترجمہ میں بھی اسی طرح کا اسلوب و انداز اختیار کیا گیا ہے۔

تکفیر سیات کے حوالہ سے چونکہ اہل قرآن کا عقیدہ معتزلہ کے بانی واصل بن عطا سے ملتا ہے کہ اگر گناہ کا ارتکاب کرنے والا بغیر توبہ مر جائے تو وہ دائمی جہنمی ہے۔ اس لیے مصنف نے سورۃ الانفال کی آیت ۲۹ کا ترجمہ بھی لغوی نہیں کیا بلکہ ﴿وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ﴾ کا ترجمہ لکھا ہے:

> "اور تمہاری ناہمواریاں دور کر کے تخریبی عناصر سے تمہاری حفاظت کا سامان مہیا کر دے گا"[۳۷]

تحویل قبلہ کے ضمن میں سورۃ البقرہ کی آیت ۱۴۴ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ کی خواہش یہ بیان کی ہے کہ آپ ﷺ یہ چاہتے تھے کہ جو ہمارا قبلہ ہے وہ کفار کے قبضہ میں ہے، اس پر قبضہ و تصرف بھی ہمارا ہونا چاہیے۔ تو اللہ ایسا ہی کرے گا تم دنیا کے جس حصہ میں بھی ہو اپنی توجہ کا رخ اس قبلہ کی طرف رکھو اور اسے اپنی کوششوں کا مرکز بناؤ۔[۳۸] یہ درست ہے کہ کعبہ ہی اہل اسلام کا مرکز و محور ہے مگر آیت میں نماز کی حالت میں قبلہ کی طرف رخ کرنے کی ہدایات ہیں۔ مگر مصنف نے اپنے انداز میں مفہوم بیان کر کے اس سلسلہ میں روایات حدیث و سیرت سے پہلو تہی کی ہے۔

غزوہ بدر میں نبی اکرم ﷺ نے مٹھی بھر مٹی اور کنکر اٹھا کر کفار کے لشکر کی طرف پھینکی تھی۔ اس واقعہ کو تمام مفسرین قرآن، محدثین اور سیرت نگاروں نے بیان کیا ہے۔ یہ مٹی قدرت خداوندی سے لشکر کفار کی آنکھوں میں پڑی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اس فعل کی نسبت اپنی طرف فرمائی جس کا ذکر سورۃ الانفال کی آیت ۱۷ میں آیا ہے۔ مصنف نے تمام مفسرین کے برعکس "رمیت" کا معنی "تیر اندازی" کیا ہے۔ یہ مفہوم اہل قرآن ہی کا تفرد ہے ورنہ عام مفہوم مٹی یا کنکر پھینکنا ہے۔ جس طرح حجاج جب شیاطین کو کنکریاں مارتے ہیں تو اس کو بھی "رمی" کہا جاتا ہے۔ مصنف نے تیر اندازی کا

مفہوم بیان کر کے دست نبی کی معجزانہ قوت اور روایات میں بیان کردہ واقعہ کی حقیقت کو تسلیم کرنے سے دامن بچایا ہے۔[۳۹]

"معاشی زندگی" کے عنوان سے اسلامی حکومت کا بنیادی اصول بیان کرتے ہوئے مصنف نے سورۃ الانعام کی آیت ۱۵۱ تحریر کر کے لکھا ہے کہ ریاست افراد مملکت سے اعلانیہ کہتی ہے کہ ہم تمھاری ضروریات زندگی کے بھی ذمہ دار ہیں اور تمھاری اولاد کی ضروریات کے بھی۔[۴۰] مصنف کا یہ استدلال آیت کو اس کے سیاق و سباق سے ہٹا کر پیش کر رہا ہے۔اسی طرح کا استدلال مصنف نے "زمین کی پوزیشن" کے عنوان سے بحث کرتے ہوئے کیا ہے۔ جہاں یہ لکھا ہے کہ زمین عطیہ خداوندی ہے اور یہ کسی فرد کی ملکیت نہیں ہو سکتی وہاں سورۃ الرحمٰن کی آیت ۱۰[۴۱] اور سورۃ حم السجدۃ کی آیت ۱۰[۴۲] سے یہی مراد لی ہے کہ زمین کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہو سکتی۔[۴۳]

تعدد ازدواج کی بحث میں مصنف نے ان ہنگامی حالات کا ذکر کیا ہے جن میں عورتوں کی کفالت اور نگہداشت مسئلہ بن جائے تو ایک سے زائد شادیوں کی اجازت ہے۔اس جگہ سورۃ النساء کی آیت ۳[۴۴] کا ترجمہ کر کے لکھا ہے:

"عربی زبان میں یتٰمٰی یتیم بچوں کو بھی کہتے ہیں اور ان عورتوں کو بھی جن کے شوہر نہ ہوں"[۴۵]

جبکہ عام مفسرین وہ یتیم بچیاں مراد لیتے ہیں جو شادی کی عمر میں پہنچیں تو ان کی کفالت کے لیے ان سے شادی کی جائے۔ مصنف کے بیان کردہ مفہوم میں بیوہ عورتیں بھی داخل ہو جاتی ہیں۔

کتاب زیر تبصرہ میں آیات قرآنیہ کے مفہوم و معانی اور تفسیر و تشریح کا وہی انداز و اسلوب ہے جو معتزلہ کے ہاں نظر آتا ہے۔ وہی انداز سر سید احمد خان نے اختیار کیا اور یہی انداز اہل قرآن کے تفسیری اصول کی شکل میں سامنے آتا ہے۔اس کو غلام احمد پرویز نے اختیار کیا ہے۔ کتاب ہذا کا ایک بڑا ماخذ قرآن حکیم ہے مصنف نے کثرت سے آیات قرآنیہ تحریر کر کے سیرت مقدسہ بیان کی ہیں۔آیات تحریر کرنے کا طریقہ یکساں نہیں ہے۔ بعض آیات مکمل تحریر کرتے ہیں اور ساتھ حوالہ میں سورۃ نمبر اور آیت نمبر لکھتے ہیں۔ بعض اوقات طویل آیت کے شروع اور آخر کے الفاظ لکھ کر درمیان میں نقطے لگا دیتے ہیں۔اکثر مقامات پر یہ انداز بھی اختیار کرتے ہیں کہ ایک مفہوم کی آیت تحریر کر کے اس مفہوم یا مماثل الفاظ کی آیات کے حوالے بھی تحریر کر دیتے ہیں جس سے یہ معلوم کرنا آسان ہو جاتا ہے کہ اس مضمون کی آیات قرآن حکیم میں اور کون کون سی ہیں۔آج کل کے جدید ٹیکنالوجی کے دور میں یہ کام بہت آسان ہو گیا ہے مگر مصنف نے جس زمانہ میں یہ کتاب تالیف کی اس وقت حوالہ کی تلاش بہت مشکل کام تھا جس کو مصنف نے اپنی محنت سے دیگر لوگوں کے لیے آسان کیا۔

کتاب زیر نظر کے حوالہ سے یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ اس میں احادیث رسول ﷺ ذکر نہیں کی گئیں۔ مصنف نے احادیث کے کئی مجموعوں سے بعض مقامات پر احادیث تحریر کی ہیں۔اس کا جائزہ ذیل کی سطور میں پیش ہے۔

مصنف نے صحیح بخاری سے انیس احادیث کا حوالہ دیا ہے۔ صحیح مسلم سے بارہ، جامع ترمذی سے چار۔ابوداؤد سے چھے، ابن ماجہ سے ایک، مسند امام احمد سے دو، مسند امام شافعی کے حوالہ سے ایک، موطا امام مالک سے ایک حدیث شامل کی ہے۔اس کے علاوہ صحیحین کا حوالہ دے کر ایک حدیث لائے ہیں جبکہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت اور آٹھ دیگر احادیث کا کوئی حوالہ تحریر نہیں کیا گیا۔ خطبہ حجۃ الوداع[۴۶] اور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے خطبہ کے ابتدائی

کلمات [۴۷] بھی بغیر حوالہ تحریر کیے گئے ہیں۔اس طرح اگر دیکھا جائے تو کل ۵۸ احادیث مبارکہ کے حوالے اس کتاب میں موجود ہیں۔ مگر مصنف نے وہی احادیث تحریر کی ہیں جن سے اس کے مؤقف کی تائید ہوتی ہے۔اس کے علاوہ کچھ احادیث تحریر کر کے ان پر نقد کیا ہے اور انہیں قبول کرنے سے انکار کیا ہے۔ مصنف نے خود اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کی ہے۔ کتاب کے صفحہ ۳۳۲ تا ۳۳۵ پر متعدد احادیث اپنے مؤقف کی حمایت میں نقل کر کے لکھتے ہیں:

''چونکہ یہ روایات منشائے قرآن کے عین مطابق ہیں اس لیے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی فرمایا ہو گا۔ یہی ہمارے نزدیک کسی روایت کی صحت اور سقم کا صحیح معیار ہے۔یعنی جو روایت قرآن کے خلاف نہ ہو اسے صحیح قیاس کیا جا سکتا ہے اور جو قرآن کے خلاف ہو وہ قطعاً غیر صحیح ہے۔خواہ اسناد کے لحاظ سے اسے کیسا ہی درجہ کیوں نہ دیا جائے''[۴۸]

جب کہ جادو کے اثرات سے انکار کرتے ہوئے صحیح بخاری کی حدیث مکمل حوالہ عربی متن اور مکمل ترجمہ کے ساتھ نقل کی ہے۔اس حدیث کی راوی حضرت عائشہؓ ہیں۔جس میں نبی اکرم ﷺ پر جادو کے بعض اثرات، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو آگاہ کیے جانے اور کنوئیں سے جادو کی چیزیں برآمد کیے جانے کا ذکر ہے۔ مصنف اس سے قبل سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۴۷ کے تحت نبی اکرم پر کفار کے الزامات کا رد پیش کرتا ہے اور لکھا ہے:

''لیکن آپ حیران ہوں گے کہ خود ہم میں ایک ہزار سال سے یہ عقیدہ چلا آ رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا تھا اور آپ (معاذ اللہ) ''رَجُلٌ مَسحُورٌ'' تھے۔یقیناً آپ کے لیے یہ امر موجب تعجب ہو گا کہ مسلمان ایک ایسا عقیدہ کس طرح رکھ سکتے ہیں جو صریحاً قرآن کے خلاف ہو اور جس سے نبی اکرم ﷺ کی شان اقدس کے خلاف ایسا طعن پایا جائے لیکن اس کے باوجود یہ عقیدہ چلا آ رہا ہے اور اس کی بنیاد ہے ایک ایسی حدیث پر جو بخاری میں موجود ہے۔۔۔ غور کیجیے صاف نظر آتا ہے کہ یہ معاندین اسلام کی مذموم کوششوں کا نتیجہ ہے۔انہوں نے ایک روایت وضع کی اور اسے یا تو امام بخاری نے غلطی سے صحیح سمجھ کر اپنے مجموعہ میں درج کر لیا اور یا ان کے بعد کسی اور نے اسے ان کے مجموعہ میں شامل کر دیا۔اب مسلمان ہزار برس سے اسے سینہ سے لگائے پھر رہا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ یہ قرآن حکیم کی تصریحات کے کس قدر خلاف ہے اور نبی اکرم ﷺ کی عظمت و شان کے کس درجہ منافی۔ لیکن اسے تو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ سب کچھ روا رکھا جا سکتا ہے لیکن یہ سننا برداشت نہیں کیا جا سکتا کہ امام بخاری یا کسی اور جامع حدیث نے اپنے مجموعہ میں ایک غلط روایت شامل کر لی ہے''[۴۹]

مصنف کے ان خیالات کے جوابات اہل سنت والجماعت کے علمانے دیئے ہیں۔ان کو نقل کرنا طوالت کا باعث ہو گا۔ صرف اتنا تحریر ہے کہ یہ حدیث تو قرآن کی موید ہے کہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو سحر کے اثرات سے بچالیا۔ وگرنہ کفار اور یہود جیسے دشمن جہاں آپ ﷺ کو قتل تک کرنے اور زہر دینے جیسے کام کر سکتے ہیں تو لبید بن اعصم جیسے کام بھی انہوں نے یقیناً کیے۔ مگر مصنف اس طرح کی روایات کو کھینچ تان کر اور آیات قرآنیہ کو تاویل اور غلط استدلال کے ذریعہ حدیث کے انکار تک لے گیا ہے۔اس طرح صحیح مسلم کی ایک حدیث پر نقد کرتے ہوئے مزید لکھا ہے:

"کیا نبی اکرم ﷺ کبھی ایسا ارشاد فرما سکتے ہیں کہ "میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک قرآن پاک اور دوسرے اہل بیت"۔ لیکن ان چیزوں کو احادیث رسول اللہ کہہ کر مسلمانوں کو ان کے صحیح ماننے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اور یہ سب اس لیے کہ یہ چیزیں ان کتابوں (صحاح ستہ) میں شامل ہو گئی ہیں جنہیں غلطی سے مبرّا تسلیم کیا جاتا ہے اور کوئی یہ کہہ دے کہ ان کتابوں کے مشمولات کو قرآن کی روشنی میں پرکھ لینا چاہیے اور جو قرآن کے خلاف ثابت ہوں انہیں وضعی مان کر ان کتابوں سے نکال دینا چاہیے تو ایسا کہنے والے پر "منکر حدیث" کا لیبل لگا کر اسے کافر بنا دیا جاتا ہے"۵۰

مصنف نے سورۃ شوریٰ کی آیت ۲۳ کی تفسیر کے حوالہ سے صحیح مسلم کی روایت پر نقد کیا ہے جب کہ مصنف نے تفسیر ابن کثیر کے حوالہ سے یہ روایت لی۔ ابن کثیر نے اس موقع پر متعدد روایات اور اقوال بیان کئے ہیں۔ ان روایات کی صحت اور ضعف بھی بیان کیا ہے۔۵۱ ابن کثیر کا یہ اسلوب ہے کہ وہ ایک موضوع سے متعلق تمام روایات و آثار ایک جگہ تحریر کرتے ہیں۔ مصنف نے اس مقام سے صرف ایک روایت اٹھا لی باقی تمام روایات کو نظر انداز کر دیا۔

مصنف نے اپنی کتاب میں روایاتِ حدیث کے رد و قبول کا یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ یہ طریقہ اس وجہ سے بھی اختیار کیا گیا ہے کہ جو چیز ان کے بنیادی اعتقادات سے متصادم ہو، وہ اگر قرآن میں ہو تو اس کی تاویل کر دیتے ہیں اور پھر حدیث کی روایت کو قرآن کے خلاف قرار دے دیتے ہیں۔ جس طرح امام ابن تیمیہ نے معتزلہ کے بارے میں لکھا:

"معتزلہ پہلے ایک عقیدہ جما لیتے ہیں اور پھر قرآنی الفاظ کو اس کے تابع کرتے ہیں"۵۲

مصنف احادیث رسول ﷺ، واقعات سیرت اور مفسرین قرآن کی تشریحات کے حوالہ سے تو یہ عقیدہ اور نظریہ رکھتا ہے کہ ان میں غیر مصدقہ، وضعی اور غلط باتیں شامل ہو گئی ہیں۔ جس طرح گذشتہ سطور میں مصنف کے قبول حدیث کے حوالہ سے معیار کا ذکر ہوا۔ اس طرح سیرت نگاروں کے حوالہ سے بھی مصنف کا یہ کہنا ہے کہ کوئی واقعہ قرآن کے خلاف نہ ہو۔ مگر مصنف نے اس کتاب میں غیر مسلم مؤرخین اور مستشرقین کے خیالات کو نہ صرف قبول کیا ہے بلکہ ان کے کثیر تعداد میں اقتباسات کو اس کتاب میں شامل کر کے گویا نبی اکرم ﷺ کی صفات عالیہ، اور آپ ﷺ کی سیرت کو سند بخشنے کی کوشش کی ہے۔ ذیل کی سطور میں غیر مسلموں کی روایات یا ان کی کتب سے مصنف کے بلا تحقیق مواد نقل کرنے کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

۱۔ نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے ذکر سے پہلے مصنف نے غیر مسلم مصنفین کی کتب سے تعریفی کلمات اور اقتباسات نقل کر کے اپنی کتاب کو مستند بنانے کی کوشش کی ہے۔۵۳

۲۔ نبی اکرم ﷺ کے تلاش حقیقت میں سرگرداں رہنے کے سلسلہ میں سورۃ الضحیٰ کی آیت ۷ بمعہ ترجمہ لکھ کر اس کی تشریح مسلم مفسرین کے بجائے کارلائل کے الفاظ میں کی ہے۔۵۴

۳۔ کفار مکہ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کو دولت، عورت اور اقتدار کا لالچ دیئے جانے کا واقعہ ذکر کر کے "کارلائل کی شہادت" پیش کی ہے۔۵۵

۴۔ مصنف نے اچھے عمل کے لیے اچھے ارادے کی بحث میں "کانٹ" اور "میکینزی" کے اقوال تحریر کئے ہیں۔ مگر [انما الا عمال بالنیات][۵۶] کا زبان نبوت سے نکلا ہوا کلمہ تحریر کرنے سے چشم پوشی کی ہے۔[۵۷]

۵۔ "جہان نو" کے عنوان سے باب کے کل سترہ میں سے پہلے چودہ صفحات مستشرقین کی کتب کے اقتباسات سے رنگین کئے ہیں۔[۵۸]

۶۔ مصنف اہل یورپ سے بالعموم اور کارلائل سے بالخصوص بہت متاثر ہے۔ "قرآنی معجزات" کا عنوان دے کر کارلائل کا اقتباس لکھا ہے۔[۵۹]

۷۔ کتاب کا آخری باب معراج انسانیت کے عنوان سے ہے اور اس میں بھی ماسوائے آخری چند سطور کے باقی صفحات غیر مسلم مصنفین کے اقتباسات سے مزین ہیں۔[۶۰]

اس طرح اگر دیکھا جائے تو مصنف نے کتاب کا ایک بڑا حصہ غیر مسلموں کی تصانیف سے اقتباسات کی صورت میں نقل کیا ہے۔ باقی تمام مباحث انہیں مستشرقین کے افکار کے زیر اثر نظر آتے ہیں۔ مصنف کے دیئے گئے حوالہ جات سے جو فہرست کتابیات مرتب کی گئی ہے اس میں سولہ اسلامی کتب[۶۱]، دو سابقہ کتب سماوی، چھے پرویز کی اپنی کتب اور اٹھارہ غیر مسلموں کی کتب شامل ہیں۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کی یہ کتاب کس کے زیر اثر ہے۔

نتائج

۱۔ کتاب ھذا میں سیرت رسول ﷺ قرآن حکیم کی روشنی میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۲۔ مصنف نے اس کتاب میں اپنی مخصوص فکر کو بھرپور انداز میں پیش کیا ہے۔

۳۔ مصنف نے آیات قرآنیہ، مختلف الفاظ اور اصطلاحات کا ترجمہ اور مفہوم اپنی فکر کے تحت جمہور سے مختلف انداز میں پیش کیا ہے۔

۴۔ مصنف کے نزدیک ذخیرہ احادیث مشکوک، روایات سیرت من گھڑت اور تفاسیر غیر معتبر ہیں۔

۵۔ مصنف نے صرف انہی روایت حدیث و سیرت کو لیا جو اس کے موقف کی تائید کرتی تھیں۔ دیگر روایات کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔

۶۔ مصنف کے نزدیک واقعہ افک میں حضرت عائشہؓ کا نام مذکور نہیں بلکہ یہ کسی اور خاتون کا واقعہ ہے۔

۷۔ مصنف کی فکر دیگر اہل قرآن، معتزلہ اور سر سید احمد خان سے ملتی ہے۔ انہوں نے جادو، جنوں، فرشتوں اور معجزات وغیرہ سے انکار کیا ہے۔

۸۔ مصنف نے مستشرقین سے بہت استفادہ کیا ہے۔

۹۔ اس کتاب میں بہت خوبصورت مباحث موجود ہیں اس کے علاوہ مصنف کا اسلوب بیان ٹھوس اور مدلل ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1۔ غلام احمد پرویز ۹ جولائی ۱۹۰۳ کو بھارتی پنجاب کے شہر بٹالہ ضلع گرداس میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام چوہدری فضل دین تھا۔ آپ کا خاندان حنفی مسلک کا پیروتھا۔ آپ کے والد ایک عالم دین تھے۔ خصوصاً آپ کے دادا حکیم مولوی رحیم بخش ایک بڑے عالم دین اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ سے نسبت رکھنے والے صوفی منش انسان تھے۔ غلام احمد پرویز نے ابتدائی تعلیم انہیں دونوں ہستیوں سے حاصل کی۔ آپ کے دیگر اساتذہ کرام میں دو حقیقی بھائی مولانا ظفر الحق اور مولانا محمد ابراہیم خطیب جامع مسجد بٹالہ کے نام نمایاں ہیں۔ ۱۹۲۱ میں آپ نے ہائی سکول کی تعلیم (A Lady of England)ہائی سکول بٹالہ سے مکمل کی۔ ۱۹۳۴ میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے گریجویشن کی۔ آپ کا رجحان شروع سے مذہب خصوصاً قرآن حکیم کی طرف تھا۔

تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ نے سول سروس میں ملازمت اختیار کی اور اہم عہدوں پر فائز ہوئے۔ ۱۹۴۷ میں قیام پاکستان کے بعد آپ کو حکومت پاکستان نے اسی عہدے پر تعینات کیا جس پر آپ تقسیم سے پہلے قبل متحدہ ہندوستان میں فائز تھے۔ جہاں سے ۱۹۵۵ میں آپ نے قبل از وقت سبکدوشی اختیار کی۔ ملازمت کے دوران آپ کے تعلقات سرکردہ لوگوں سے رہے جو بعد میں اپنی فکر کو مقبول بنانے میں ان کے بڑے کام آئے۔ غلام احمد پرویز نے حافظ محمد اسلم جیراج پوری سے عربی ادب اور دیگر اسلامی علوم کے حوالہ سے بہت استفادہ کیا۔ تقسیم سے قبل غلام احمد پرویز نے حافظ اسلم جیراج پوری کی شاگردی میں بہت وقت گزارا۔ جبکہ قیام پاکستان کے بعد بھی ان کا رابطہ مسلسل حافظ اسلم جیراج پوری کے ساتھ رہا، جو ۱۹۵۵ میں اسلام جیراج پوری کی وفات پر منقطع ہوا۔

خیال کیا جاتا ہے کہ حافظ اسلم جیراج پوری کے انتقال پر ہی غلام احمد پرویز نے سرکاری ملازمت سے ریٹائرمنٹ حاصل کی اور ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اہل قرآن کی ایک نئی جماعت کی بنیاد رکھی۔ غلام احمد پرویز نے اپنے خیالات کی ترویج و اشاعت کے لئے رسالہ طلوع اسلام ۱۹۳۵ جو میں سید نذیر نیازی کی ادارت میں شروع ہوا تھا، میں مضامین لکھنا شروع کئے۔ جبکہ ۱۹۳۸ میں اس رسالہ کو از سر نو شروع کر کے اس کی سرپرستی شروع کیا (بحوالہ ماہنامہ طلوع اسلام، شمارہ جون ۲۰۱۴، بزم طلوع اسلام، ٹورنٹو)۔ قیام پاکستان کے بعد بھی یہ رسالہ جاری رہا۔ اس رسالہ کے بڑے مقاصد میں قرآن حکیم کی تفہیم اور اسکی تعلیمات کو جدید خیالات و نظریات کے ساتھ ہم آہنگ کر کے پیش کرنا اور ان کا معاشرتی زندگی میں عملی اطلاق تھے۔ (بحوالہ پرویز، غلام احمد، ماہنامہ طلوع اسلام، فروری ۱۹۸۵، بزم طلوع اسلام، ٹورنٹو)۔

غلام احمد پرویز نے دیگر اہل قرآن خواجہ احمد الدین امرتسری، عبداللہ چکڑالوی اور اسلم جیراج پوری کی طرز پر "بزم طلوع اسلام" کے نام سے ایک الگ جماعت قائم کی۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ غلام احمد پرویز اور ان کی قائم کردہ جماعت کو ان کے پیشواؤں سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ پرویز کا حلقہ و اثر خواص اور جدید طبقہ میں تھا اس لئے اس طبقہ میں انھیں بہت پذیرائی ملی (بحوالہ محمود بن مزروعہ، القرآنیون و شبہاتھم حول السنتہ)

۲۔ فہرست میں ان ابواب کے علاوہ فاتحتہ الکتاب، دیباچہ طبع اول اور تعارف طبع دوم کے عنوانات بھی دیئے گئے جن کی نشاندہی صفحہ ۲۲ تا صفحہ ۳۵ کی گئی ہے مگر کتاب کی اس طباعت میں جو نسخہ ہمیں ڈاکٹر محمد حمید اللہ لائبریری ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد سے دستیاب ہوا اس میں یہ مذکورہ عنوانات نہیں ہیں کتاب کا آغاز پہلے باب سے ہو رہا ہے جس کا عنوان ''پس منظر'' ہے۔

۳۔ دوران مطالعہ مصادر کتاب کی فہرست ترتیب دی گئی ہے اس کے مطابق:

طبقات ابن سعد، سیرت ابن ہشام، تاریخ ایران، سیرت النبی ابن کثیر، سیرت النبی از علامہ شبلی کتاب سیموئیل، استثنا، کتاب الاموال (ابو عبید)، اکمال فی اسماء الرجال، فصوص الحکم (ابن عربی)، صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابو داؤد، مسند امام شافعی، طبرانی، مؤطا امام مالک، اور پرویز کی اپنی کتب مفہوم القرآن، اسلام کیا ہے؟، جوئے نور، من ویزداں، اسباب زوال امت، نظام ربوبیت اور ''مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں'' شامل ہیں۔

۴۔ سورۃ البقرۃ: ۳۰

۵۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۴۳

۶۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۸۳۔ ۸۴

۷۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۹۰-۹۱

۸۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۹۹

۹۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۱۷۳

۱۰۔ پرویز، معراج انسانیت، ص ۱۷۵

۱۱۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۱۷۵

۱۲۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۱۷۹

۱۳۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۱۸۰

۱۴۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳

۱۵۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۲۲۹

۱۶۔ سورۃ الانفال: ۴۲

۱۷۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۲۴۷

۱۸۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۲۴۷

۱۹۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۲۴۷

۲۰۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۲۵۲

۲۱۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۲۸۱

۲۲۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۲۹۹

۲۳۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۳۱۶۔ ۳۱۷، ۳۲۴

۲۴۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۳۲۲۔ ۳۲۳

۲۵۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۳۳۰

۲۶۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۳۴۴۔ ۳۴۸

۲۷۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۳۸۳

۲۸۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۴۴۲
۲۹۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص، ۱۸۴، ۴۵۴۔۴۵۵
۳۰۔ سورۃ الذاریات: ۵۶
۳۱۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۳۷
۳۲۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۹۴
۳۳۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۹۷
۳۴۔ سورۃ المزمل: ۱
۳۵۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۱۷۱
۳۶۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۱۸۰۔۱۸۱
۳۷۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۲۳۱
۳۸۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۲۳۵
۳۹۔ یہی مفہوم زمحشری کی تفسیر میں ہے جو کہ معتزلی ہیں۔
۴۰۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۳۶۰
۴۱۔ ﴿وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ﴾
۴۲۔ ﴿وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ بَلْ هُمْ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ﴾
۴۳۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۳۶۷
۴۴۔ ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا﴾
۴۵۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۳۷۴
۴۶۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۳۹۱۔۳۹۴
۴۷۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۴۰۰
۴۸۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۳۳۲
۴۹۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۱۸۵۔ ۱۸۶
۵۰۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۱۸۹۔ ۱۹۰
۵۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے تفسیر ابن کثیر، ج ۵، ص ۱۷ تفسیر سورۃ شوریٰ آیت ۲۳
۵۲۔ امام ابن تیمیہ، مقدمہ اصول تفسیر، ص ۲۲
۵۳۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۵۴۔ ۵۸
۵۴۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۸۸

۵۵۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۱۶۱۔ ۱۶۲

۵۶۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ، حدیث نمبر ا

۵۷۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۱۹۵

۵۸۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۴۰۱۔ ۴۱۴

۵۹۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۴۳۲

۶۰۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۴۵۷۔ ۴۶۱

۶۱۔ اسلامی کتب کے حوالے زیادہ تر تنقید کے لیے ہی شامل کئے گئے ہیں۔